

ڈاکٹر وی۔ ایم ترمذی

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی

نام احمد اور لقب وجیہ الدین تھا۔ اس طرح پورا نام مع لقب شاہ احمد وجیہ الدین علوی ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

شاہ وجیہ الدین احمد بن قاضی نصر اللہ بن قاضی امام الدین بن عطاء الدین بن معین الدین بن بہاء الدین بن کبیر الدین تا.. امام محمد تقی -
ملا عبد القادر بدایونی رقمطراز ہیں :

”نسب وی علوی است خود را بجہت غرابت شہرت باین ندارد“
ڈاکٹر بیگ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :

نسب کی وجہ سے انھوں نے شہرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی
کیونکہ غریب الدیار ہو گئے تھے“

اور پھر غریب الدیار کی وضاحت کے لیے فٹ نوٹ میں لکھا ہے :-

”اس کا مطلب یہ ہے۔ شیخ کے آباء و اجداد عرصہ دراز سے ”عرب“
سے ہجرت کر کے یمن چلے گئے تھے اور ان کے پاس کوئی ٹھوس ”سند“ اپنے
نسب کو ثابت کرنے کو نہیں تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نہیلی رشتہ

سے ”سید“ ہوں۔“

بہر حال سید کبیر الدین نے جو شیخ کے اجداد میں سے ایک تھے، اپنا وطن میں چھوڑ کر مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور ان کے فرزند شیخ بہاء الدین گجرات میں بمقام پدری صل کاٹھیاواڑ چلے آئے تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب نفر خان اول (۱۸۱۲ء) گجرات کی خود مختار حکومت کی بنیاد ڈال چکا تھا۔ اس دوران اس خاندان کے علم و فضل اور اس کے زہد و تقویٰ کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی جس کی وجہ سے سلطان احمد شاہ اول نے شیخ معین الدین کو ”پدری“ میں قاضی کا منصب عطا کیا اور آپ کے بعد آپ کے فرزند عطاء الدین اور ان کے فرزند امام الدین کو یکے بعد دیگرے اس منصب پر فائز کیا۔ سلطان محمود بیگ (۱۸۶۳ء تا ۱۹۱۷ء) نے شیخ وجیہ الدین کے والد بزرگوار قاضی نصر اللہ کو ”جاپانیر“ کا قاضی مقرر کیا۔ اور سلطان مظفر حلیم (۱۹۱۷ء تا ۱۹۶۳ء) نے قاضی نصر اللہ کو جن کی وہ مجدد خت اور احترام کرتا تھا اپنے دور حکومت میں اپنے پاس احمد آباد بلایا۔ قاضی نصر اللہ کا انتقال ۱۹۵۶ء میں ہوا۔

شیخ وجیہ الدین علوی ۲۲ محرم ۱۲۹۱ھ میں بمقام جاپانیر پیدا ہوئے۔ اتفاق سے لفظ شیخ کے اعداد ۹۱۰ ہوتے ہیں۔ اس لیے تاریخی نام ”شیخ“ ہوا۔ آٹھ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ احمد آباد چلے آئے۔

صغریٰ ہی میں شیخ میں آثار ذہانت و فطانت نظر آنے لگے تھے۔ چنانچہ ۹ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور ایک سال بعد تجوید سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علم بزرگوار شیخ شمس الدین سے حاصل کی۔ اور حدیث شریف میں اپنے ماموں شیخ ابو القاسم کے آگے زانوئے تلمذتہ کیا۔ بعد ازاں شیخ محمد مالکی اور شیخ ابو البرکات مہمانی سے حدیث شریف پڑھی۔ منطق اور فلسفہ شیخ امام الدین ترمذی اور شیخ ابو الفضل گارونوی سے جو جلال الدین ختق دوانی کے شاگرد تھے، حاصل کیا۔ اس طرح ۱۳۳۲ھ میں بیستم سال آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔

تصوف میں آپ شیخ قاضی چشتی سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت تھے، آپ کا شجرہ

بیعت اس طرح ہے :-

وجیہ الدین علوی نے شیخ قاضی سے، انھوں نے قاضی امام الدین سے
انھوں نے راجو قتال سے، انھوں نے مخدوم جہانیاں جہانگشت سے بیعت
کی ۔

شیخ قاضی کے وصال کے بعد آپ اپنے ماموں ابوالقاسم سے بیعت ہوئے اور
سلوک کے مدارج طے کیے۔ آپ کا سلسلہ بھی سہروردیہ تھا اور وہ اس طرح ہے :-
”وجیہ الدین علوی نے شیخ ابوالقاسم سے، انھوں نے شیخ امام الدین سے
انھوں نے شاہ عالم بخاری سے مخدوم جہانیاں جہانگشت سے
بیعت کی ۔“

جب شیخ محمد غوث گوالیاری احمد آباد تشریف لائے تو شاہ وجیہ الدین علوی نے آپ
سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور زمرہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ غوث گوالیاری نے آپ
کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس طرح شاہ صاحب سلسلہ شطاریہ میں بیعت ہوئے۔ شاہ وجیہ الدین
نے اپنے ایک شاگرد صبغت اللہ بھروچی کو شطاریہ سلسلہ میں خلیفہ بنایا اور صبغت اللہ
ہی کی بدولت اس سلسلے نے ملک عرب اور دیگر ممالک میں فروغ پایا۔

آپ نے ۱۹۳۵ء میں احمد آباد میں ایک دارالعلوم قائم کیا جو گجرات میں علوم اسلامیہ
کا بڑا مرکز بن کر ابھرا۔ اس دارالعلوم نے ہندستان کے ہر صوبہ سے علماء کو اپنی جانب کھینچا
اور فقہاء اور محدثین کی ایک بڑی جماعت تیار کی، جنھوں نے علوم اسلامیہ کو ہندوستان کے
کونے کونے میں پھیلا دیا اور اشاعت اسلام میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ تقریباً اسی علماء
ایسے تھے جو اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور انھوں نے اپنے اپنے علاقوں
میں جا کر عربی مدارس کی بنیاد ڈالی۔

اس دارالعلوم کے صدر مدرس شاہ صاحب خود تھے، جہاں آپ ۶۵ سال تک درس
دیتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند شیخ عبد اللہ صدر مدرس کے عہدے پر
فائز ہوئے۔

دارالعلوم میں طالب علموں کے لیے ایک اشفاقانہ تھا اور حکومت کی طرف سے باقاعدہ طبیب مقرر ہوتے تھے۔ یہ دارالعلوم ۲۹۱ سال تک جاری رہا۔ ۱۲۳۶ھ میں علوی خاندان کے آخری عالم سید شاہ احمد تھے جنہوں نے اپنی صلاحیت و قابلیت سے نہایت زبوں حالی میں بھی مدرسہ کو جاری رکھا اور جب ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۹۳۳ء آپ کا انتقال ہوا تو مدرسہ بالکل ویران ہو گیا اور بہت سی کتابیں ضائع ہو گئیں۔ کچھ جو باقی تھیں ان کو مولانا خطیب عبد المتین اور یوسف کھٹکھے جامع مسجد بمبئی خرید کر لے گئے اور وہاں محفوظ ہو گئیں۔

دارالعلوم سے متعلق طلبہ کے لیے ایک دارالاقامہ اور بڑا کتب خانہ بھی تھا جو حوادث روزگار خصوصاً مرہٹوں کی غارت گیری سے ایسا تباہ ہوا کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا اور اس ذخیرہ کتب میں سے جو دارالعلوم کے کتب خانے میں تھیں، اب ایک کا بھی سراغ نہیں ملا۔ حکومت وقت دارالعلوم کی مالی امداد کرتی تھی اور مستحق اور غریب طلبہ کو وظائف دیتی تھی۔ وہاں علم تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم عروض، منطق، فلسفہ ریاضی، ہندسہ، الہیہ، علم الکلام اور مابعد الطبیعیات جیسے علوم باقاعدہ پڑھائے جاتے تھے۔

رعایا اور حکمران دونوں شیخ کا بے حد اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ سلطان محمد ثالث اور سلطان مظفر ثالث بارہا حضرت کی خدمت میں آئے اور دعا کے طلبگار ہوئے۔ امیر الامراء شیر خان بن اعتماد خان سفر میں جاتے وقت آپ کے پاس اپنے بیش بہا زیورات اور نقدی امانت رکھ جاتا تھا۔ شیخ کی ہر دلچیزی اور مقبولیت کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کسی بھی مظلوم کی فریاد حکمران کے پاس نہ نفس نفیس لے جاتے تھے اور بلا خوف و خطر اس کے معرضہ پیش کر دیتے تھے، حقیقت سے آگاہ کرتے اور اس کا انصاف کرا کے رہتے اور حق و دار کو حق دلو کر دم دیتے۔ نیز اگر کوئی حاکم غلط روی اختیار کرتا اور کج روی برتتا جس سے عوام الناس پریشان رہتے تو شیخ اس کو سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے تھے۔

شیخ کا انتقال ۲۹ محرم ۱۲۵۶ بروز یک شنبہ ہوا اور آپ اپنے دارالعلوم کے احاطے

شاہ وجیہ الدین علویؒ کے پانچ فرزند تھے (۱) محمد (۲) حامد (۳) عبدالوہید (۴) عبدالحق (۵) عبداللہ۔ عبداللہ علوی علم و فضل میں یکتا تھے وہی اپنے پدر بزرگوار شیخ وجیہ الدین علوی کے بعد صدر مدرس کی مسند پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ وجیہ الدین صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ذیل میں آپ کی تصانیف کا اجمالی جائزہ پیش ہے۔

۱۔ حاشیہ علی التفسیر البیضاوی

قاضی بیضاوی کی مشہور آفاق کتاب ”انوار الترنیل“ پر خوشی کا مجموعہ ہے۔ سالہا سال سے آپ حدیث کا درس دیتے تھے۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے درسی مواعظ کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ ابو ظفر ندوی مرحوم کا خیال ہے کہ اس رسالہ کا ایک بھی نسخہ دست یاب نہیں ہے مگر ”معارف“ نے دو قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے، ایک حیدر آباد (دکن) کی آصفیہ لائبریری میں اور دوسرا بھی حیدر آباد ہی میں نواب صدیقار جنگ کے کتب خانہ میں۔

۲۔ جنات عدن

بیضاوی کے انوار پر یہ ایک مفصل مقالہ ہے۔ نسخہ نایاب ہے اس لیے پتہ نہیں چلتا

۱۵ شیخ وجیہ الدین علوی کے بھائی کی چوتھی پشت میں محمد ولی اللہ بن شریف محمد علوی بلند پایہ اودھ شاعر، مکرے ہیں، تخلص ”ولی“ تھا اور ولی گجراتی کے نام سے مشہور ہیں۔ محمد حسین آزاد نے ولی کو اردو زبان کا پہلا صاحب دیوان شاعر بتایا تھا اور نظم اردو کی نسل کا آدم کہا تھا۔ لیکن بعد کی تحقیقات نے اس دعویٰ کو باطل قرار دے دیا۔ اسی طرح بہت سے ادیب ولی کو ”دکنی“ یا ”اورنگ آبادی“ مانتے تھے۔ مگر مرحوم قاضی احمد میاں اختر جو ناگزہی اور ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے ولی پر تحقیقاتی مضامین لکھ کر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی کہ ولی ”گجراتی“ ہی تھے۔

مرحوم فخر مزاری جو گجراتی ملت کے مدیر اور تجربہ کار صحافی تھے، اسی خاندان کے چشم و چراغ

الولی حیدر آبادی © rasailojaraid.com
 کہ اس کا موضوع کیا ہے۔ مگر نام سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر بیضاوی کی کسی قسم کی تنقید ہے۔

۳۔ حواشی علی التفسیر الرحمانی

مخدوم علی جہانمی (نزد بمبئی) کی معرکہ الآراء تفسیر رحمانی پر حواشی کا مجموعہ ہے۔ شیخ وجیہ الدین علوی مخدوم علی جہانمی کی تصانیف میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مخدوم کی بہت سی کتابوں پر حواشی لکھے جن کا پتہ شیخ کی دیگر تصانیف سے چلتا ہے۔ ورنہ خود ان کے نسخے نایاب ہیں۔

۴۔ تفسیر کے علاوہ شیخ نے چھوٹے چھوٹے رسالے بھی لکھے ہیں، جن میں قرآنی آیات کی تفسیر، تشریح اور شان نزول پر روشنی ڈالی ہے۔ ایسے دو رسالوں کی بابت معلوم ہوا ہے :-

۱۔ رسالہ فی تحقیق فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

۲۔ رسالہ فی تحقیق وَالَّذِينَ آمَنُوا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں علماء میں ان آیات کے بارے میں کوئی بحث چل رہی ہوگی جس کی وجہ سے شیخ علوی نے ان دو رسالوں میں اپنا موقف بیان کیا ہوگا۔ یہ رسالے بھی نایاب ہیں۔

۵۔ شرح نزہۃ النظر

علامہ مستقلانی کی نزہۃ النظر پر شرح ہے۔ اس شرح کے دو قلمی نسخے موجود ہیں، ایک بانکی پور میں اور ایک رام پور میں۔

۶۔ حاشیہ علی الہدایۃ

حنفی فقہ کی مستند کتاب الہدایہ پر حواشی کا مجموعہ ہے، لیکن یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

۷۔ حاشیہ علی شرح الوقایۃ

فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ پر حواشی کا مجموعہ ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ”غلامۃ الاحکام فی اذان الجمعۃ بین یدی الامام“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بہت سے قلمی نسخے دستیاب ہیں۔

۸۔ شرح البسیط۔ یہ قانون وراثت کی کتاب ”البسیط“ کی مکمل تشریح و توضیح ہے۔

البسیط نجم الدین الشرح کی مستند کتاب ہے۔ شیخ وجیہ الدین نے بہت ہی سلیس انداز میں اصول وراثت پر بحث کی اور جداول اور دوائر کی مدد سے قانون وراثت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ۲۶ جدولیں اور دو دائرے دیئے ہوئے ہیں، جن کے ذریعے حساب کے نکات سمجھائے ہیں۔ اس کے دو قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ جامع مسجد بمبئی میں جو نسخہ ہے وہ راقم الحروف کا دیکھا ہے، بہت صاف، ستھرا اور خوشخط ہے۔

۱۰۔ رسالہ فی ترتیب الصلوٰۃ

نماز کے بارے میں مفصل رسالہ ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ بمبئی میں دستیاب ہوا "معارف" شمارہ ۱۹۳۳ میں اس پر نوٹ لکھا ہوا ہے۔

۱۱۔ حاشیہ علی البزدوی

ابوالحسن محمد بزدوی فخر الاسلام (ف ۱۲۸۵ھ) کی کتاب "کنز الوصول الی معرفۃ الاموال" جو فقہ پر ہے، اس کے حواشی کا مجموعہ ہے۔ اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں۔

۱۲۔ حاشیہ علی التلویح

صدر الشریعہ کی "التوضیح فی حل غوامض التفتیح" پر کی شرح "التلویح الی کشف الحقائق" کی شرح ہے۔ یہ شرح اصول فقہ پر آپ نے اپنے شاگردوں کے لیے لکھی تھی۔ قلمی نسخے احمد آباد، جامع مسجد بمبئی اور مدراس میں موجود ہیں۔

۱۳۔ شرح علی حاشیۃ المواقف

علم الکلام پر ابن عبد الرحمن کی مشہور تصنیف المواقف پر سید شریف جرجانی نے حاشیہ لکھا تھا۔ شیخ علوی نے اس حاشیہ کی شرح لکھی ہے جو "شرح علی حاشیۃ المواقف" کے نام سے موسوم ہے۔ احمد آباد میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۱۴۔ حاشیہ علی شرح التجرید

ناصر الدین محمد طوسی کی "تجرید الکلام" علاؤ الدین بن محمد کی شرح "شرح تجرید القلند" پر آپ نے حواشی لکھے ہیں۔ یہ اس مجموعہ کا نسخہ ہے۔ اسی طرح سے "تجرید الکلام" پر جلال الدین مختار الدوانی کی "شرح حاشیۃ الجلالیہ" پر حاشیہ "حاشیۃ علی الحاشیۃ الجلالیہ"

لکھی۔ یہ دونوں کتابیں نایاب ہیں۔

۱۵۔ حاشیہ علی الھیئت شرح المقاصد

یہ تفازانی کی المقاصد کے ایک باب پر حاشیہ ہے۔ دوسرے باب پر ایک حاشیہ لکھا ہے، جس کا نام ”حاشیہ علی سمعیات شرح المقاصد“ ہے۔ یہ دونوں نایاب ہیں۔

۱۶۔ حاشیہ علی حاشیہ الحیالی

یہ تفازانی کی شرح عقائد النسفی ”پر احمد بن موسیٰ کی کتاب ”حاشیہ علی شرح العقائد“ پر حاشیہ ہے۔

۱۷۔ حاشیہ علی شرح المطالع

محمد بن ابی بکر (ف ۸۸۲ھ) کی ”مطالع الافوار“ قطب الدین کی شرح ”الاسرار“ پر حاشیہ لکھا۔ لیکن اب نایاب ہے۔

شیخ وجیہ الدین علوی نے علم صرف و نحو میں گہری دل چسپی لی اور اس علم کی کتابوں کی شرحیں بھی لکھیں۔

۱۸۔ المرشاد فی شرح الارشاد

شہاب الدین احمد دولت آبادی کی علم صرف و نحو پر مشہور کتاب الارشاد پر شرح لکھی۔ یہ شیخ کی ابتدائی دور کی تصنیف ہے۔ سلطان محمود شاہ ثالث کے دور سلطنت (۹۳۱ھ) میں لکھی گئی۔ قلمی نسخے لندن، رام پور، بمبئی میں محفوظ ہیں۔

۱۹۔ حواشی علی الجامی

ابن الجاجب کی الکافیۃ پر عبدالرحمن الجامی نے ”الفوائد الضیائیہ“ ایک شرح لکھی۔ اس پر شیخ علوی نے حواشی تحریر فرمائے۔ جن کا یہ مجموعہ ہے۔ شیخ کے ایک شاگرد نے یہ سب حواشی جمع کیے اور کتاب کی شکل میں لکھ دیئے۔ کتاب کی تمہید میں شاگرد لکھتے ہیں کہ الفوائد پر اس سے بہتر کسی نے حواشی نہیں لکھے۔ اس میں حروف کی نکات بخوبی بیان کیے گئے ہیں اور کوفہ اور بصرہ کے فقہاء کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ اس کا ایک خوب صورت نسخہ بمبئی کی جامع مسجد میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ شرح الموائی

عربی صرف و نحو پر محمد بن عثمان بن عمر البغلی کی جامع کتاب الموائی پر شیخ علوی کی شرح ہے۔ یہ کتاب گجرات کے طلبہ میں چھٹی صدی، ہجری سے دسویں صدی ہجری تک مقبول رہی ہے۔ گجرات میں سب سے پہلے الوافی پر صدر الدین بمبانی نے شرح لکھی۔ بعد میں گجرات ہی کے صرف و نحو کے امام الدوامین نے اس پر "المخال الصافی" نامی ایک شرح لکھی۔ شیخ علوی نے "المخال" پر "شرح المخال" لکھی۔

۲۱۔ شرح الابیات المخال والمواجز

اس تصنیف سے شیخ علوی کی عربی ادب اور علم لسانیات سے گہری دلچسپی اور اس میں مہارت ظاہر ہوتی ہے۔ ان دو کتابوں میں ابیات (بیت کی جمع) جو شواہد کے طور پر استعمال ہوئے ہیں ان کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔ شیخ نے پہلے علم عروض کی بنا پر بیت کو جانچا ہے، بعدہ بیت کے شاعر کی نشان دہی کی ہے اور اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ پھر بیت کے سیاق و سباق لکھ دیئے ہیں اور بیت کی توضیح و تشریح صرف و نحو کے اعتبار سے اور شعر کے لحاظ سے کی ہے۔ اس کے دو نسخے موجود ہیں، ایک جامع مسجد بمبئی میں اور دوسرا مدراس میں۔

۲۲۔ شرح المفتاح

سکاکی (ف ۶۲۲ھ) کی مفتاح العلوم پر شرح ہے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں اس پر نوٹ لکھا ہے۔

۲۳۔ حاشیہ علی شرحی المفتاح

صدر الدین تغتازانی کی "شرح المفتاح" اور شریف جرجانی کی "المصباح فی شرح المفتاح" پر حاشیہ ہیں۔

۲۴۔ الحقیقة المحمدیہ

یہ تصوف پر وجیہ الدین علوی کی عالمانہ تصنیف ہے اور دیباچے، دو ابواب اور مضمیمے پر مشتمل ہے۔ اس میں فلسفہ تصوف پر بحث کی گئی ہے اور رموز و اسرار، محتاجی و

معارف جو تصوف کی بنیاد ہیں، ان پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں صوفیاء، حکماء اور متکلمین کی آراء جو تصوف کے بارے میں ہیں لکھی ہیں اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ قلمی نسخہ انڈیا آفس بنگال میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں بمبئی میں طبع بھی ہو چکی ہے۔ لیکن اب یہ مطبوعہ کتاب نایاب ہے۔ احمد آباد آرٹس کالج کے عربی کے پروفیسر ڈاکٹر زبیر محمد غلام نبی نے اس کو عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ ۱۹۶۶ء میں احمد آباد سے شائع کیا ہے۔

۲۵۔ بحر حقائق

مولوی عبدالحق بابائے اردو نے شیخ کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ پشاور کے اساتذہ کالج کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔

ذیل میں شیخ علوی کی ان تصانیف کے نام درج ہیں جو ہمیں دستیاب نہ ہو سکیں مگر جن کے نام دوسری کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔

(۱) حاشیہ علی الشفا لقاضی سید (۲) رسالۃ الکلام

(۳) رسالۃ القلب

(۴) رسالۃ فی تحقیق البلیس، ملک وجن

(۵) رسالۃ فی فی الفضل البندی

(۶) رسالۃ اوراد

(۷) بحثہ رملہ والامام فی الجزری

(۸) رسالۃ فی وقف الاعداد

(۹) حاشیہ علی شرح حکمت اسمیں

(۱۰) حاشیہ علی القانون (لابی علی سینا)

(۱۱) حاشیہ علی الشفا " " "

(۱۲) شرح کلید (فارسی)

(۱۳) شرح جام جہاں نما (فارسی)

(۱۴) شرح رسالۃ التوشیحی (فارسی)